Article

Identical Crisis of human being in the Poetry of Asif Shah

آصف شاہ کی شاعری میں انسان کا شناختی کرب

Mansoor Sahil*[1]
Lecturer,Deptt of Urdu, Govt Post Graduate College, Charsadda

1منصور ساحل
گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، چارسدہ

Correspondance: mansoorsahil.urdu@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 22-10-2023
Accepted:24-12-2023
Online:29-12-2023

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: It is difficult to maintain balance between imagination and rationalism, but in "Talism Zaar" we see this attitude from beginning to end. The black color of the anthology evokes an unsaid and unseen meaninglessness and vague identity, making a trip to a magical world. Poetry is the name of a vague journey of restless and scattered souls and experiences and observations. So it is natural for the poet to be influenced by his society and era. And on this basis, we can call poetry of Asif Shah a complete narrative of our society..In this article effort is made to analysis the poetry of Asif Shah in the perspective of identical crisis of human being.
.

KEYWORDS: Asif shah , Urdu, Poetry, Women, Nature, Identical Crises.Imagination.

تخیل اور عقلیت پسندی میں ہم مزاجیت کو برقرار رکھنا دشوار ہے لیکن "طلسم زار" میں یہ رویہ شروع سے آخر تک ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے۔ مجموعے کی کالی رنگت ایک ان کہی وان دیکھی بے معنویت و مبہم شناختیت کو تحریک دے کر ایک طلسماتی دنیا کی سیر کراتی ہے۔ شاعری چوں کہ (میری رائے میں) بے چین و منتشر ارواح کے مبہم سفر کا نام ہے اور تجزبات و مشاہدات کی زبان میں گویائی کرتی ہے اس لیے شاعر کا اپنے سماج و عہد سے متاثر ہونا فطری ہے۔ اور اس بنیاد پر ہم شاعری کو اپنے سماج و معاشرے کا مکمل بیانیہ کہہ سکتے ہیں۔

آصف شاہؔ کا کلامیہ اظہار خصوصاً غزل پر مشتمل ہے لیکن طلسم زار میں ان کا نظمیہ حوالہ بھی مضبوط نظر آتا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری کی اساس نئے اور منفرد تجربات پر رکھی اور اپنے لیے ایک نئی سمت کا انتخاب کیا۔ اس اساس کی ہمسایگی اپنے سماج کے تاریخی و تہذیبی شعور کے ساتھ اس طرح قریب ہے کہ سماج اور کلام کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اسی وجہ سے آصف شاہؔ کی شاعری انسانی زندگی کے داخلی و خارجی مسائل و حقائق، اردگرد کی بے چینی ، انتشار، خوف وہراس کے مشاہدات کی مکمل تصویر ہے۔ اکیسویں صدی کا سماجی منظر نامہ مذہبی انتہا پسندی، انسان کی عدم موجودگی، فرد کا شناختی بحران، نامعلوم طاقت و مادیت کی سرپرستی اور دہشت گردی جیسے رویوں سے لبریز ہے۔ جن کی وجہ سے اس سماج کا فرد تشکیک پسندی اور شناختی کرب کا شکار ہو کر امید ورجائیت کی نادستیابی کے سبب ذاتی طور پر شناخت کے مسئلے سے دوچار ہو جاتا ہے۔ یہ شناخت بہت سی صورتوں (تاریخی، تہذیبی، قومی، مذہبی، علاقائی) میں سامنے آتی ہے لیکن ان میں سب سے الگ انسانی شناخت کی صورت ہے۔ آصف شاہؔ کی شاعری اس شناخت کا اظہار یہ ہے وہ خود اس حوالے سے کہتے ہیں۔

"میری شاعری کا ایک نمایاں پہلو انسان اور اس کے تہذیبی و اخلاقی شناخت کے زوال سے متعلق ہے" (1)

یہ جو ہم پھرتے ہیں بازاروں میں تنہا تنہا
اپنی آنکھوں میں ہیں صحراؤں کو بھرلاتے ہوئے
جی کے بھی جی نہ سکیں مر کے بھی دینا ہے حساب
دونوں عالم میں ہیں سہمے ہوئے گھبرائے ہوئے (2)

آصف شاہؔ کی نظر میں بنیادی سوال یہ ہے کہ انسان کیا ہے؟ انسان کی سماجی حیثیت کیا ہے؟ اس حوالے دیباچہ کا وضاحتی بیان ملاحظہ کیجیے "زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ رنج و غم، خوشی و مسرت، کائنات، انسان اور خدا"۔۔۔۔؟ (3)

آج کے سماج میں یہ سوال اپنے متنوع پہلوؤں (سائنسی متقاضیات، جدید طرز احساس، مادیت وغیرہ) کے ساتھ شدت اختیار کر چکا ہے اور موجود فرد کے نفسیاتی کرب و داخلی بے چینی کا عکاس بنا ہوا ہے۔ آصف شاہ انسان کی بے رائیگانی جو وجودی و ذہنی دونوں طرح اس کے ساتھ سفر کر رہی ہے کو سامنے لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہمیں جینے کا فن سکھایا گیا
زندگی کا مذاق اُڑایا گیا
خوش نہ رہنے دیا کبھی ہم کو
زندگی بھر ہمیں رلایا گیا(4)

سفر کے بعد بھی جاری ہے اک سفر مجھ میں
میں رُک گیا ہوں مگر میرے پانوں چل رہے ہیں (5)

آصف شاہ کی شاعری اکیسویں صدی کے رویوں سے ہم آہنگ ہے خاص طور پر وہ رویے جو بے معنویت کا لبادہ اُڑھے ہوئے انسان کے سامنے ایک خاص تصور لیے ہوئے آتے ہیں یہ تصور انسان کے داخل سے بھی اپنا رشتہ جوڑتا ہے اور خارج سے بھی۔ یہ رشتہ فرد کا تصورِ مرگ (جو ذاتی کشمکش کا نتیجہ ہوتا ہے) اور انسانی وجود پر اس کے اثرات سے اور بھی مضبوط ہوتا ہے۔

سائے منڈلائیں میرے دائیں بائیں
سر پہ اک آسمان چھایا ہے
مجھ میں آسیب رقص کرتے ہیں
خوف نے دائرہ بنایا ہے(6)

ہر پل ہر پل بے چینی سی بے چینی
اندر کے حالات تباہی لاتے ہیں
ہم اپنے لاشے ڈھوڈھو کر آصف شاہ
خود پر مٹی ڈالتے ہیں دفناتے ہیں(7)

شاعری عموماً دائروی تکنیک کی حامل ہوتی ہے تنہائی اور دائرویت یہ دونوں رویے مل کر شاعری کی نمو میں حصہ لیتے ہیں ۔ آصف شاہؔ کی شاعری کا منبع بھی تنہائی ہے جو داخلی و باطنی اور انفرادی و اجتماعی تمام سطحوں پر تشدد پرستی، خوف و ڈر

،بولنے پر پابندی، ظلم و جبر اور انسانی استحصال کے نتیجے میں تخلیقی عمل کا حصہ بنتی ہے۔ اکثر یہ تنہائی کم مائیگی کی صورت اختیار کرتی ہے تو کبھی خامشی کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ تو" کبھی شبِ مہتاب تنہائی کھڑی ہوتی ہے"

جب کسی کا بھی ہو نہیں پایا
اپنی کم مائیگی کا ہو گیا میں (8)

اک تحیر ہے عالم تنہا
ایک تنہائی آس پاس مری (9)

کھو گیا ہوں میں اپنے کمرے میں
ڈھونڈتا ہے جہاں سارا مجھے
آگے تنہائی پیچھے گہری کھائی
تو نے کس موڑ پر پکارا مجھے (10)

سماجی بیگانگیت کی یہ سطح فرد کے سامنے ہے کہ جہاں انسان دوسرے انسان کا بہترین ساتھی ہے وہاں اُسی انسان کے ہاتھوں دوسرا انسان تکلیف و پریشانی میں ہے۔ ہر طرف انصاف کا فقدان، جبری استحصال، دوغلہ پن و فریب اور منافقت کے سائے منڈلاتے ہیں۔ درمیاں میں دوریاں راج کر رہی ہیں تو ایسے حالات میں انسان کو اپنی وجودی شناخت کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ نظمیں "کچھ نیا" "برف" "مجھے مرنا نہیں آیا" میں یہ صورتحال دیکھی جاسکتی ہے۔

گماں آباد بستی کی طرح
میں اپنے ہونے اور نہ ہونے کی حقیقت میں گھرا تھا
جب چیختی، چلاتی اور مرتی ہوئی انسانیت کی
دھجیاں اُڑنے لگی تھیں (11)

آصف شاہ کی شاعری اپنے عہد کے طرز احساس اور سماجی رویوں کا عطر ہے۔ آصف شاہ اپنے سماج میں انسان کی حیثیت کی منظوم تشریح نہیں کرتے بلکہ چند شعری تصویروں اور لکیروں میں اس کی اہمیت و بنیاد کی طرف اشارے کرتے ہیں۔ آصف شاہ کی شاعری ایک طرف اگر انسان کی سماجی شناخت سے علاقہ رکھتی ہے تو دوسری جانب ان کی شاعری میں معصوم، حسین و رنگین محبتوں کی دنیائیں بھی آباد ہیں۔

حوالہ جات

1۔ آصف شاہ، انٹرویو، راقم (منصور ساحل)، ستمبر 2023، بوقت نو بجے

2۔ آصف شاہ، طلسم زار، روالپنڈی: رُمیل ھاؤس آف پبلی کیشنز، 2019، ص:25

3۔ ایضاً، ص: 17

4۔ ایضاً، ص:34

5۔ ایضاً، ص:35

6۔ ایضاً، ص:38

7۔ ایضاً، ص:56

8۔ ایضاً، ص:66

9۔ ایضاً، ص:71

10۔ ایضاً، ص:77

11۔ ایضاً، ص:131